ہجرت مدینہ

حکیم عبدالروف داناپوری اپنی کتاب اصح السیر میں ص۱۰۶ پر ہجرت مدینہ کے سلسلہ میں رقم طراز ہیں۔
جب کفار نے دیکھا کہ اصحاب رسول اللہ چلے گئے۔ اپنا مال ومتاع اور اپنے ذراری واطفال کو بھی ساتھ لے گئے، اور اوس وخزرج کے قبیلے جو زبردست اور ذی اثر قبیلے ہیں وہ ان کے ساتھ ہیں۔ تو اُن کو اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے سخت خطرہ ہوا سب کے سب دارالندوہ میں جمع ہوئے۔ اور یہ ان کا ایسا زبردست اجتماع تھا۔ کہ کوئی اہل الرائے ایسا نہ تھا جو اس مشورہ میں شریک نہ ہوا ہو، اُن کا اصلی سردار ابلیس ایک شیخ کبیر کی شکل میں موجود تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کی مختلف تدبیریں کی گئیں۔ سب کو اس شیخ کبیر نے ناپسند کیا۔ آخر ابوجہل نے یہ تدبیر پیش کی۔ کہ تمام قبائل سے ایک ایک جوان لیا اوران سب کو تلوار دی جائے۔ یہ سب مل کر بیک ضرب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتمہ کردیں اس طرح ان کا دم بہت سے قبائل میں تقسیم ہوجائے گا۔ اور تمام قبائل کا بنی عبد مناف مقابلہ نہیں کر سکتے۔ بالفرض اگر انہوں نے دیت چاہی تو ہم سب مل کر دیت ادا کردیں گے۔ بڈھے شیخ نے اس رائے کو پسند کیا اور یہی رائے طے پائی۔

ہجرت کا حکم اور ہجرت نبوی: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے۔ کفار کے مشورے کی خبر دی۔ ہجرت کا حکم ہوا۔ اور فرمایا کہ آج رات کو اپنے بستر پر نہ سوئیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ٹھیک دوپہر کے وقت جاکر حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو ہجرت کی خبر دیدی تھی۔ شب کے وقت کفار دروازے پر جمع ہوگئے۔ اور مکان گھیر لیا۔ آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے بستر پر سلادیا۔ اور یہ آیت تلاوت فرمائی وجعلنا من بین ایدیھم سدا الآیۃ۔ اور ایک مٹھی بطحا کی خاک لے کر پھینکی۔ جو تمام کفار کے سروں پر پڑی۔ اور آپ نکل کر چلے گئے۔ کسی کو نہ

آپ کو نہ دیکھا۔ حضرت صدیقؓ کے دروازے سے ان کے مکان میں گئے۔ اور حضرت صدیقؓ کو ساتھ لے کر دوسری طرف کھڑکی کے راستے روانہ ہو گئے۔ کفار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر جمع تھے۔ ایک شخص نے آکر کہا کہ اب کیا کر رہے ہو، وہ تو تمہارے سروں پر خاک ڈال کر چلے بھی گئے۔ کفار نے دیکھا تو سب کے سروں پر خاک تھی۔ وہ صاف کرنے لگے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم روانہ ہو کر غار ثور پر پہنچے۔ اور تین دن تک اس میں رہے۔ مکڑی نے جالا تن دیا۔ پرندوں نے اس پر انڈے دیئے۔ کفار تلاش میں غار کے منہ تک پہنچے۔ مگر خدا نے آپ کو ان کے شر سے محفوظ رکھا۔ (اصح السیر ص۱۰۶)

یہ ہجرت کے واقعہ کا ابتدائی حصہ ہے۔ جو مکہ سے غار ثور تک کے واقعات پر مبنی ہے۔ اس حصہ میں خاص طور پر چند امور سامنے آتے ہیں۔

۱۔ صحابہ کرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل سب مدینہ چلے گئے تھے۔ اور اپنا مال و متاع بھی ساتھ لے گئے تھے۔

۲۔ ہجرت کے روز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکرؓ کے گھر دوبارہ تشریف لے گئے۔ ایک بار عین دوپہر کے وقت، اور ایک بار رات کے وقت جن میں صرف اطلاع دینے تشریف لے گئے تھے۔

۳۔ آپ نے ہجرت رات کے وقت اپنے گھر سے فرمائی۔

۴۔ اپنے بستر پر حضرت علیؓ کو سلایا۔

۵۔ کفار نے آپ کے خلاف قتل کا منصوبہ تیار کیا جس میں بنو عبد مناف کے علاوہ تمام قریش کے با اثر اشخاص شامل تھے۔

۶۔ سب نے آپ کے مکان کو گھیر لیا۔ لیکن آپ انکے سروں پر مٹی ڈال کر چلے آئے۔

۷۔ غار کے منہ پر مکڑی نے جالا تنا۔ اور پرندوں نے انڈے دیئے۔

۸۔ ابوبکرؓ کے گھر سے غار ثور تک کے تمام واقعات کا کوئی ذکر حکیم صاحب نے نہیں کیا۔

یہ تمام واقعات طبری اور ابن سعد میں واقدی اور ابن ہشام میں محمد بن اسحاق سے مروی ہیں۔ جن کا

تفصیلی جلیہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں لیکن عقلی طور پر بھی یہاں چند اعتراضات وارد ہوتے ہیں۔

۱۔ ان تمام واقعات کا مشاہدہ کرنے والا کون تھا؟ ابن اسحاق اور واقدی اس کا کوئی ذکر نہیں کرتے۔

۲۔ ابوبکرؓ کے گھر سے لے کر غار ثور تک کے تمام واقعات جن کا تعلق حضرت ابوبکرؓ اور ان کے گھرانے سے ہے۔ انہیں حکیم صاحب نے کیا اس لئے نظر انداز کیا ہے کہ سبائی حضرت ابوبکرؓ اور ان کے خاندان کی حیثیت کو ختم کرنے کے درپے ہیں، اس کی تکمیل کی جا سکے۔

۳۔ حضور کے گھر میں اُس وقت حضرت فاطمہؓ، حضرت ام کلثومؓ، آپ کی دائی حضرت ام ایمنؓ، آپ کی زوجۂ محترمہ حضرت سودہؓ، اور آپ کے متبنیٰ حضرت اسامہ بن زیدؓ موجود تھے۔ گھر میں تنہا حضرت علیؓ نہ تھے اور اہل عرب زنانہ مکان میں داخل نہ ہوتے تھے۔ ورنہ گھر گھیرنے اور پوری رات باہر کھڑے رہنے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ پھر حضرت علیؓ کو بستر پر لٹانے سے بجز افسانہ تراشی کے اور کیا مقصد ہو سکتا ہے۔ آپ کی روانگی کی اطلاع تو صبح کے وقت کسی نہ کسی سے ہو سکتی تھی۔

۴۔ اس کہانی سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ہجرت رات کے وقت ہوئی۔ حالانکہ اہل مکہ ہمیشہ رات ہی میں سفر کرتے۔ اور رات ہی میں ان کا کاروبار ہوتا۔ جیسا کہ آج تک مکہ معظمہ، مدینہ منورہ اور جدہ میں نظر آتا ہے۔ کہ اہل عرب زیادہ تر رات جاگ کر گزارتے۔ اور دن میں سوتے ہیں۔ اس لحاظ سے رات کا وقت آمد و رفت کا وقت تھا۔ اور ہجرت کے لئے انتہائی خطرناک وقت۔ مناسب تو یہ تھا کہ ہجرت دوپہر کے وقت کی جاتی۔ جب گرمی کی شدت کے باعث لوگ گھروں میں بند ہوتے۔ اور واقعہ بھی ایسا ہی پیش آیا ہے جیسا کہ صحیح بخاری میں آ رہا ہے لیکن اگر ایسا نہ کیا جاتا تو سبائی داستانیں کیسے تیار ہوتیں۔

۵۔ اگر مٹی ڈالنے سے مقصود یہ تھا کہ وہ دیکھ نہ سکیں تو پھر تو مٹی آنکھوں میں ڈالنی چاہیئے تھی سروں پر مٹی ڈالنے سے اس کے علاوہ اور کیا فائدہ ہو سکتا ہے کہ دشمن ہوشیار ہو جاتے اور چاروں طرف آنکھیں پھاڑ کر دیکھنے لگے۔

۶۔ حکیم داناپوری صاحب نے یہ دعویٰ بھی کیا ہے کہ حضور سے قبل تمام صحابہ اپنا مال و متاع لے کر ہجرت کر گئے تھے۔ تو ان کی خدمت میں پہلی عرض تو یہ ہے کہ سب ہی نے ہجرت نہ کی تھی۔ اور متعدد

افراد اور عورتیں کفار کے گھروں میں محصور تھیں۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ صحابہ اپنا مال و متاع لے کر چلے گئے تھے۔ تو کاش حکیم صاحب قرآن ہی کھول کر دیکھ لیتے۔ وہ مہاجرین کا ذکر ان الفاظ میں کرتا ہے۔

اَلَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ۔ — وہ لوگ جو اپنے شہروں اور اپنے مالوں سے نکال دیئے گئے۔

اور تاریخ کے ناطے اس پر غور کر لیتے کہ پھر انصار سے ان کے بھائی چارے کی کیا ضرورت تھی۔ اور انصار نے جو اپنے کھجور کے درخت انہیں پیش کئے اس کی کیا ضرورت واقع ہوئی تھی اور ان تمام واقعات کی تفصیل خود حکیم صاحب نے بیان کی ہے۔ یہ تمام امور اس کی تردید کے لئے کافی ہیں۔ تاریخ کا ہرگز مقصود یہ نہیں ہوتا کہ آگے پیچھے سے آنکھیں بند کر لی جائیں۔ اور عقل کو بالائے طاق رکھ دیا جائے۔ یہ کام تو وہی شخص کر سکتا ہے جس کے پیش نظر کوئی خاص مخفی منصوبہ ہو۔

اس سے قبل کہ ہم اس واقعہ کی حقیقت پیش کریں۔ بہتر یہ معلوم ہوتا ہے کہ پاک و ہند کے سب سے بڑے مورخ علامہ شبلی مرحوم کا نقطۂ نگاہ بھی پیش کر دیا جائے۔ علامہ شبلی لکھتے ہیں۔

نبوت کا تیرہواں سال شروع ہوا۔ اور اکثر صحابہ مدینہ پہنچ چکے تو وحی الٰہی کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی مدینہ کا عزم فرمایا۔ یہ داستان نہایت پر اثر ہے۔ اور اسی وجہ سے امام بخاری نے باوجود اختصار پسندی کے اس کو خوب پھیلا کر لکھا ہے۔ اور حضرت عائشہؓ کی زبانی لکھا ہے۔ حضرت عائشہ؎ؓ گو اس وقت آٹھ برس کی تھیں لیکن اُن کا بیان درحقیقت خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ کا بیان ہے کہ ان ہی سے سُن کر کہا ہوگا۔ اور ابتدائے واقعہ میں وہ خود بھی موجود تھیں۔

قریش نے دیکھا کہ اب مسلمان المدینہ میں جا کر طاقت پکڑتے جا رہے ہیں۔ اور وہاں اسلام پھیلتا جاتا ہے۔ اس بنا پر انہوں نے دارالندوہ میں جو دارالشوریٰ تھا۔ اجلاس عام کیا۔ ہر قبیلہ کے رؤسا، یعنی عتبہ، ابوسفیان، جبیر بن مطعم، نضر بن حارث بن کلدہ، ابوالبختری بن ہشام، زمعہ بن اسود بن مطلب، حکیم بن حزام، ابوجہل، نبیہ، منبہ اور امیہ بن خلف وغیرہ سب شریک تھے۔ لوگوں نے مختلف رائیں پیش کیں۔ ایک نے کہا محمد کے پاؤں میں زنجیر ڈال کر مکان میں بند کر دیا جائے۔ دوسرے نے کہا جلا وطن

؎ تحقیق سے ثابت ہو گیا ہے کہ آپؓ کی عمر شریف سترہ سال یا اس سے زیادہ تھی۔

کرنا کافی ہے۔ ابوجہل نے کہا ہر قبیلہ سے ایک شخص منتخب ہو، اور پورا مجمع ایک ساتھ مل کر تلواروں سے ان کا خاتمہ کر دے۔ اس صورت میں اُن کا خون تمام قبائل میں بٹ جائے گا۔ اور آل ہاشم اکیلے تمام قبائل کا مقابلہ نہ کر سکیں گے۔ اس رائے پر اتفاق ہو گیا۔

اہل عرب زنانہ مکان کے اندر گھسنا معیوب سمجھتے تھے۔ اس لئے باہر ٹھہرے رہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نکلیں تو یہ فرض ادا کیا جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قریش کو اس درجہ عداوت تھی۔ تاہم آپ کی دیانت پر یہ اعتماد تھا کہ جس شخص کو کچھ مال و اسباب امانت رکھنا ہوتا تھا آپ کے پاس لا کر رکھتا تھا۔ اس وقت بھی آپ کے پاس بہت سی امانتیں جمع تھیں۔ آپ کو قریش کے ارادے کی پہلے سے خبر ہو چکی تھی۔ اس بنا پر حضرت علیؓ کو فرمایا کہ مجھے ہجرت کا حکم ہو چکا ہے۔ میں آج مدینہ روانہ ہو جاؤں گا۔ تم میرے پلنگ پر میری چادر اوڑھ کر سو رہو۔ صبح کو سب کی امانتیں جا کر واپس دے آنا۔ یہ سخت خطرہ کا موقع تھا۔ حضرت علیؓ کو معلوم ہو چکا تھا۔ کہ قریش آپ کے قتل کا ارادہ کر چکے ہیں۔ اور آج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر خواب قتل گاہ کی زمین ہے۔ لیکن فاتح خیبر کے لئے قتل گاہ فرش گل تھا۔

شبلی مرحوم نے اوپر یہ دعویٰ کیا تھا کہ چونکہ ہجرت کا واقعہ صحیح بخاری میں بالتفصیل موجود ہے۔ اس واقعہ کو ہم بخاری سے نقل کرتے ہیں۔ تو ہم اللہ کو حاضر ناظر جان کر اور اس کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ اب تک جو کچھ بیان کیا گیا ہے۔ اس میں سے ایک لفظ بھی صحیح بخاری میں موجود نہیں۔ ہاں ان کی اس داستان سرائی سے جس کے اصل بانی ابن اسحاق اور واقدی ہیں چند سوالات ضرور ذہن میں آتے ہیں۔

۱۔ جب اہل عرب زنان خانے میں داخل ہونے کو معیوب تصور کرتے تھے۔ تو حضرت علیؓ کو اپنے بستر پر لٹانے اور انہیں چادر اوڑھانے میں کیا حکمت پوشیدہ تھی۔ اور گھر میں اُن کے لئے کیا خطرہ ہو سکتا تھا جو انہیں بلاوجہ تو ابنا کر پیش کیا جا رہا ہے۔ سبائیوں کے پیش نظر تو انہیں شکل کشا بنانا تھا لیکن اہل سنت کے پیش نظر آخر کیا ہے۔ جو انہیں یہ قلابازیاں کھانے کی ضرورت پیش آئی۔

۲۔ حکیم عبدالرؤف نے مجلس شوریٰ کے اجلاس سے بنو عبد مناف کو علیحدہ کیا تھا۔ آپ نے بنو ہاشم کو۔ ان دونوں جملوں سے بہت بڑا فرق واقع ہوتا ہے۔ حکیم عبدالرؤف کے بقول اس اجلاس میں عتبہ، ابوسفیان اور زمعہ بن الاسود بن المطلب شریک ہی نہ تھے کیونکہ ان تینوں کا تعلق بنو عبد مناف سے تھا۔ اور علامہ شبلی نے ان تینوں کا نام فہرست میں شامل کیا ہے۔ اور اتفاق سے دونوں حضرات نے اس فہرست کے لئے کوئی حوالہ پیش نہیں کیا۔ گویا یہ فہرست تو خود ساختہ ہے اُس دور کے جتنے افراد کے نام ذہن میں آتے گئے لکھتے گئے۔ اور اس کا سب سے اہم ثبوت یہ ہے کہ اس فہرست میں حکیم بن حزام کا نام بھی موجود ہے۔ حالانکہ شبلی نے خود مختلف مقامات پر لکھا ہے کہ یہ زید بن عمرو بن نفیل سے متاثر تھے۔ اسی لئے بت پرستی سے نفرت کرتے تھے حضور کے بچپن کے دوست تھے جنگ بدر انہوں نے رکوانے کی کوشش کی تھی اور جب حضور شعب بنی ہاشم میں محصور تھے تو یہ چھپ کر غلہ بھیجا کرتے تھے۔ ایک جانب تو حالت کفر میں بھی ان کی یہ خوبیاں گنوائی جائیں۔ اور انہیں حضور کا دوست ثابت کیا جائے۔ دوسری جانب منصوبہ قتل میں ان کا نام شامل ہو۔ ظاہر ہے کہ یہ کسی خاص مقصد کے تحت ہمارے مؤرخین نے ان کا نام شامل کیا ہے۔

شبلی مرحوم آگے لکھتے ہیں۔

ہجرت سے دو تین دن پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دوپہر کے وقت حضرت ابوبکرؓ کے گھر پر گئے۔ دستور کے موافق دروازے پر دستک دی۔ اجازت کے بعد گھر میں تشریف لے گئے۔ حضرت ابوبکرؓ سے فرمایا کچھ مشورہ کرنا ہے سب کو ہٹا دو۔ بولے کہ یہاں آپ کی حرم کے سوا کوئی نہیں ہے۔ اس وقت حضرت عائشہؓ سے شادی ہو چکی تھی آپ نے فرمایا مجھ کو ہجرت کی اجازت ہو گئی ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے نہایت بیتابی سے کہا۔ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ کیا مجھ کو بھی ہمراہی کا شرف حاصل ہوگا۔ ارشاد ہوا۔ ہاں۔ حضرت ابوبکرؓ نے ہجرت کے لئے چار مہینے سے دو اونٹنیاں ببول کی پتیاں کھلا کھلا کر تیار کی تھیں۔ عرض کی کہ ان میں سے ایک آپ پسند فرمائیں۔ محسن عالم کو کسی کا احسان گوارا نہ ہو سکتا تھا۔ ارشاد ہوا اچھا مگر بہ قیمت۔ حضرت ابوبکرؓ نے مجبوراً قبول کیا۔ حضرت عائشہؓ اس وقت کم سن تھیں۔ ان کی بڑی بہن حضرت اسماءؓ نے جو حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ کی والدہ تھیں، سفر کا سامان کیا۔ دو تین دن کا کھانا ناشتہ دان میں

رکھا۔ نطاق جس کو عورتیں کمر سے لپیٹتی ہیں۔ پھاڑ کر اس سے ناشتہ دان کا منہ باندھا۔ یہ وہ شرف تھا جس کی بنا پر آج تک ان کو ذات النطاقین کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

علامہ شبلی نے یہ پیراگراف صحیح بخاری سے نقل کیا ہے۔ لیکن صحیح بخاری کے ابتدائی الفاظ میں برملا تحریف کی۔ کیونکہ بخاری میں تو اسی دن کا واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ اور یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ اسی وقت ابوبکرؓ کے گھر سے ہجرت شروع ہو گئی۔ شبلی نے ابوبکر کے گھر جانے اور اس تمام گفتگو کو دو تین دن قبل کا واقعہ بیان کیا ہے۔ تاکہ صحیح بخاری کا نام بھی باقی رہے۔ اور واقدی و ابن اسحاق کی داستان بھی ہاتھ سے نہ جائے۔ دراصل اس مقام پر علامہ شبلی نے دو کشتیوں میں پاؤں ٹکا رکھے ہیں یعنی حدیث اور تاریخ۔ اور چاہتے یہ ہیں کہ کوئی کشتی قابو سے باہر نہ ہو۔ لیکن اس کام کے لئے تاریخی داستان کا ساتھ چھوڑنے کے لئے تو وہ ہرگز تیار نہیں۔ بلکہ اس کی بقا کے لئے جا بجا حدیث میں ضرور تحریف سے کام لیا ہے۔

ایک جانب تو یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ ہجرت کے وقت حضرت ابوبکرؓ آپ کے ساتھ تھے اور راہ کے تمام واقعات حضرت عائشہؓ نے ان ہی سے نقل کئے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ اگر آپ نے اپنے گھر سے ہجرت کی تھی۔ تو ابوبکرؓ کس وقت، اور کہاں آپ سے آکر ملے۔ حکیم عبدالرؤف نے اس کا یہ حل نکالا کہ رات کو دوبارہ حضور کو حضرت ابوبکرؓ کے گھر بھیجا۔ تاکہ آپ وہاں سے زادِ راہ لے سکیں اور سواری پر سوار ہو سکیں۔ لیکن شبلی نے زادِ راہ تین دن قبل بندھوا لیا۔ حالانکہ کھانا تین روز قبل کوئی نہیں بندھواتا۔ اور وہ اشکالات علی حالہ قائم رہے۔ یہ اشکالات اسی صورت میں رفع ہو سکتے تھے۔ جب کہ صحیح بخاری کی روایت کو من و عن قبول کیا جاتا۔ لیکن پھر حضرت علیؓ کے لئے کانٹوں کا بستر کیسے تیار ہوتا۔ اور ان کی یہ فضیلت کیسے ثابت ہوتی۔ حالانکہ نہ ہر فضیلت ہر صحابی کو حاصل ہوتی ہے اور نہ ہر صحابی کو ہر واقعہ میں زبردستی گھسیٹا جا سکتا ہے۔ شبلی آگے لکھتے ہیں۔

کفار نے جب آپ کے گھر کا محاصرہ کر لیا۔ اور رات زیادہ گزر گئی تو قدرت نے اُن کو بے خبر کر دیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُن کو سوتا ہوا چھوڑ کر باہر آ گئے۔

ہم علامہ شبلی کے شکر گزار ہیں کہ انہوں نے کم از کم سروں پر خاک ڈالنے اور پھر ہر ایک کے

سرسے خاک جھڑ والنے کے عمل کا تذکرہ نہیں کیا۔ کیونکہ انہیں بھی اس کے مہمل ہونے کا احساس ہو گیا تھا۔ لیکن ہم قسم کھا کر یہ بھی کہتے ہیں کہ بخاری میں گھر کے محاصرہ کرنے اور رات کے نکلنے کا کوئی تذکرہ نہیں۔ شبلی آگے لکھتے ہیں۔

کعبہ کو دیکھا اور فرمایا مجھ کو تمام دنیا سے عزیز ہے۔ لیکن تیرے فرزند مجھ کو رہنے نہیں دیتے۔

حیرت ہے کہ شب کی تاریکی میں کعبہ کیسے نظر آیا۔ کیا وہاں بجلی کے قمقمے جگمگا رہے تھے۔ شبلی آگے لکھتے ہیں۔

حضرت ابوبکرؓ سے پہلے قرارداد ہو چکی تھی (یہ شبلی کے ذہن کی پیداوار ہے) دونوں صاحب پہلے جبل ثور کے غار میں جا کر پوشیدہ ہوئے۔ یہ غار آج بھی موجود ہے اور بوسہ گاہ خلائق ہے۔ حضرت ابوبکرؓ کے بیٹے عبداللہؓ جو نوخیز جوان تھے۔ شب کو غار میں سوتے۔ صبح منہ اندھیرے شہر چلے جاتے اور پتہ لگاتے کہ قریش کیا مشورے کر رہے ہیں۔ جو کچھ خبر ملتی۔ شام کو آ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرتے۔ حضرت ابوبکرؓ کا غلام کچھ رات گئے بکریاں چرا کر لاتا۔ اور آپ اور حضرت ابوبکرؓ ان کا دودھ پی لیتے۔ تین دن تک صرف یہی غذا تھی۔ لیکن ابن ہشام نے لکھا ہے کہ روزانہ شام کو حضرت اسماءؓ گھر سے کھانا پکا کر غار میں پہنچا آتی تھیں۔

اس طرح تین راتیں غار میں گزریں۔

صبح کو قریش کی آنکھیں کھلیں تو پلنگ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بجائے حضرت علیؓ تھے ظالموں نے آپ کو پکڑ کر اور تھوڑی دیر حرم میں لے جا کر رکھا۔ اور پھر چھوڑ دیا۔

یہ جملہ شبلی نے طبری کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ لیکن جب بقول شبلی عرب زنخانے میں داخل نہ ہوتے تھے تو پھر مکان میں داخل ہوئے بغیر حضرت علیؓ بستر پر کیسے نظر آ گئے اگر یہ کہا جاتا کہ حضرت علیؓ جب ضرورت سے باہر نکلے تو ان سے پوچھ گچھ کی گئی۔ تو اسے عقل سلیم قبول کر لیتی۔ لیکن پھر بستر پر سلانے کا عمل بے کار ہو جاتا۔ ہاں طبری کے بیان سے یہ ضرور ثابت ہو گیا کہ حضرت علیؓ کے لئے کوئی خطرہ نہ تھا بلاوجہ بستر کو کانٹوں کا بستر بنایا جا رہا تھا۔ اس لئے کہ جس ردعمل کو ثابت کرنے کی کوشش کی جا رہی تھی وہاں وہ ردعمل کچھ بھی ظاہر نہیں ہوا۔ اور چند منٹ حرم میں بٹھانے کے بعد حضرت علیؓ کو چھوڑ دیا گیا۔ اس سے یہ بات تو ثابت ہو گئی کہ حضرت علیؓ کے لئے کسی قسم کا کوئی خطرہ نہ تھا۔ شبلی آگے لکھتے ہیں۔

پھر کفار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں نکلے۔ ڈھونڈتے ڈھونڈتے غار کے دہانے تک آ گئے۔ آہٹ پا کر حضرت ابوبکرؓ غمزدہ ہوئے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ اب دشمن اس قدر قریب آ گئے کہ اگر اپنے قدموں پر ان کی نظر پڑ جائے تو ہم کو دیکھ لیں گے۔ آپ نے فرمایا۔

لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا   غم نہ کر یقیناً اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

مشہور ہے کہ جب کفار غار کے قریب آ گئے تو اللہ نے حکم دیا۔ دفعتہً ببول کا درخت اگا۔ اور اس کی ٹہنیوں نے پھیل کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو چھپا لیا۔ ساتھ ہی دو کبوتر آئے۔ اور گھونسلا بنا کر انڈے دیئے۔ حرم کے کبوتر انہی کبوتروں کی نسل سے ہیں۔ اس روایت کو مواہب لدنیہ میں تفصیل سے نقل کیا ہے۔ اور زرقانی نے بزاز وغیرہ سے اس کے ماخذ بتلائے ہیں۔ لیکن یہ تمام روایتیں غلط ہیں۔ اس روایت کا اصل راوی عون بن عمرو ہے۔ اس کی نسبت امام فن رجال یحیٰی بن معین کا قول ہے لَا شَیْءَ یعنی یہ ہیچ ہے۔ امام بخاری نے کہا کہ وہ منکر الحدیث اور مجہول ہے۔ اس روایت کا ایک اور راوی ابو مصعب مکی ہے۔ وہ مجہول الحال ہے۔ چنانچہ علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال میں عون بن عمرو کے حال میں یہ تمام اقوال نقل کئے ہیں۔ اور خود اس روایت کا بھی ذکر کیا ہے۔ سیرت النبی ص ۲۷۲ ج ۱

اس روایت کے موضوع ہونے میں ہم بھی شبلی نعمانی سے متفق ہیں۔ لیکن کاش وہ ہر روایت کی اسی طرح چھان بین کر لیتے تو کیا اچھا ہوتا۔ ہماری تاریخ کا سب سے بڑا المیہ یہی ہے کہ تاریخ کے معاملہ میں سب نے چشم پوشی اختیار کی۔ اور کسی نے بھی اسے تنقیدی نگاہ سے نہیں دیکھا۔ شیعوں نے اسے اپنے مذہبی اور سیاسی مفاد کے لئے استعمال کیا۔ جس کے نتیجے میں ہم سبائی داستانوں کے پھندے میں ایسے پھنسے کہ گلے تک اس میں دھنستے چلے گئے اور کسی کو احساس بھی نہ ہوا کہ کیا ہو رہا ہے۔ حتیٰ کہ وہی داستانیں اب ہمارے لئے دین و ایمان بن گئیں۔

اب صحیح بخاری کی حدیث کی جانب آئیے کہ وہ کیا ثابت کر رہی ہے۔ ہم ہجرت کا پورا تفصیلی واقعہ صحیح بخاری سے پیش کئے دیتے ہیں۔ لیکن امام بخاری نے حضرت عائشہؓ کی زبانی ایک ساتھ دو ہجرتوں کا ذکر کیا ہے۔ ایک حضرت ابوبکرؓ کی ہجرت حبشہ کا اور دوسری ہجرت مدینہ کا۔ ہم ام المومنین کی پوری

حدیث پیش کئے دیتے ہیں تاکہ قارئین کے سامنے حضرت ابوبکرؓ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے باہمی تعلقات اور حضرت ابوبکرؓ کے گھرانے کی حیثیت کھل کر سامنے آجائے اور قارئین کو یہ بھی اندازہ ہوجائے کہ ان سبائیوں نے کیا کیا تحریفیں کی ہیں۔ اور ابوبکرؓ کے مقام کو گرانے کے لئے کیا کیا طریقے اختیار کئے ہیں۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس واقعہ کو جس اعلیٰ سند کے ساتھ نقل کیا ہے۔ اس پر کتب تاریخ کی تمام سندات قربان کی جاسکتی ہیں۔ یعنی امام یحییٰ بن بکیر، امام لیث بن سعد، عقیل، امام زہری، عروۃ بن الزبیر ان میں سے ہر راوی جہاں ثقہ اور مسلّم امام ہیں۔ وہاں ان میں سے ہر ایک اپنے استاد کی خدمت میں سالہا سال رہا ہے۔ کوئی راہ چلتے سنی سنائی ہوائی گپ نہیں۔ الغرض امام بخاری حضرت عائشہؓ سے نقل کرتے ہیں۔

حضرت ابوبکر اور ہجرت حبشہ:

ام المومنین فرماتی ہیں۔ مجھے جب عقل آئی تو میں نے تو یہی دیکھا کہ میرے ماں باپ دین اسلام پر عامل تھے۔ اور یہ بھی دیکھا کہ کوئی دن ایسا نہ گزرتا تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے یہاں صبح شام تشریف نہ لاتے۔ جب مسلمان ایذا میں مبتلا کئے گئے۔ تو حضرت ابوبکرؓ نے بھی ہجرت کا ارادہ کیا حضرت ابوبکرؓ مکہ سے نکل کر حبشہ کی طرف روانہ ہوئے۔ جب وہ برک غماد میں پہنچے۔ تو ان کو ابن دغنہ ملا۔ جو قبیلہ قارہ کا سردار تھا۔ کہنے لگا کہ اے ابوبکرؓ کہاں کا ارادہ ہے؟ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا مجھے میری قوم نے نکال دیا ہے تو میں نے ارادہ کیا ہے کہ زمین میں سفر کروں، اور اپنے رب کی عبادت کروں۔ ابن دغنہ نے کہا کہ اے ابوبکرؓ تم جیسا آدمی نہ نکل سکتا ہے۔ نہ نکالا جا سکتا ہے۔ تم ناداروں کے لئے کماتے ہو۔ صلہ رحمی کرتے ہو۔ جو لوگ معاشرہ پر بار ہیں ان کا بوجھ اٹھاتے ہو۔ مہمان کی خاطر تواضع کرتے ہو۔ حق کے کاموں میں مدد کرتے ہو۔ لہٰذا میں تم کو پناہ دیتا ہوں۔ واپس چلو، اور اپنے شہر میں اپنے رب کی عبادت کرو۔ حضرت ابوبکرؓ واپس آگئے۔ ابن دغنہ بھی ان کے ساتھ ہی آگیا۔ شام کو ابن دغنہ اشراف قریش کے پاس گیا اور ان سے کہا کہ ابوبکرؓ جیسا آدمی نہ نکل سکتا ہے، نہ نکالا جاسکتا ہے۔ کیا تم لوگ ایسے آدمی کو نکالتے ہو جو ناداروں کے لئے کماتا ہے۔ صلہ رحمی کرتا ہے۔ جو لوگ معاشرہ پر بار ہیں ان کا بوجھ اٹھاتا ہے۔ مہمان کی خاطر تواضع کرتا ہے۔ اور حق

کے کاموں میں مدد کرتا ہے۔ قریش نے ابن دغنہ کی امان کو مسترد نہیں کیا۔ انہوں نے ابن دغنہ سے کہا کہ ابوبکرؓ سے کہو کہ وہ اپنے رب کی عبادت اپنے گھر کے اندر کریں۔ اسی میں نماز پڑھیں اور جو چاہیں پڑھیں۔ لیکن ہمیں اپنی قراءت سے تکلیف نہ دیں۔ بلند آواز سے قراءت نہ کریں۔ کیونکہ ہمیں ڈر ہے کہ کہیں ہماری عورتیں اور ہماری اولاد فتنہ میں مبتلا نہ ہوجائے (یعنی مسلمان نہ ہوجائے) ابن دغنہ نے یہ باتیں حضرت ابوبکرؓ سے کہہ دیں۔ حضرت ابوبکرؓ کچھ عرصہ تک ان شرائط پر قائم رہے۔ اپنے گھر ہی میں عبادت کرتے۔ اپنی نماز میں بلند آواز سے قراءت نہ کرتے۔ اور نہ اپنے گھر کے علاوہ کسی اور مقام پر قرآن مجید کی تلاوت کرتے۔

اسلام میں سب سے پہلی مسجد:

پھر ایک دن ان کو یہ سوجھی کہ اپنے گھر کے باہر میدان میں مسجد بنالی۔ اس میں نماز پڑھنے لگے۔ اور قرآن مجید کی تلاوت شروع کردی۔ مشرکین کی عورتوں اور بچوں کا اُن کے پاس ہجوم ہوجاتا تھا۔ وہ ان کی قراءت کو پسند کرتے۔ اور ان کی طرف دیکھتے رہتے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ بہت رونے والے آدمی تھے۔ جب قرآن مجید کی تلاوت کرتے تو انہیں اپنی آنکھوں پر قابو نہ رہتا۔ مشرکین میں سے اشراف قریش اس بات سے خوف زدہ ہوتے۔ انہوں نے ابن دغنہ کو بلوایا۔ ابن دغنہ ان کے پاس گیا۔ اشراف قریش نے اس سے کہا کہ ہم نے تمہاری امان پر ابوبکرؓ کو پناہ دی تھی۔ اس شرط پر کہ وہ اپنے گھر میں اپنے رب کی عبادت کریں۔ لیکن انہوں نے اس شرط کی خلاف ورزی کی۔ باہر میدان میں انہوں نے مسجد بنالی۔ اور علی الاعلان نماز اور قرآن پڑھتے ہیں۔ ہمیں ڈر ہے کہ کہیں ہماری عورتیں اور بچے فتنہ میں مبتلا نہ ہوجائیں۔ لہٰذا تم انہیں منع کرو۔ اگر وہ صرف اپنے گھر کے اندر رہ کر اپنے رب کی عبادت کرسکتے ہیں تو کریں۔ اور اگر وہ نہ کریں اور علی الاعلان نماز اور قرآن پڑھنے پر اصرار کریں تو اُن سے کہو کہ تمہارا ذمہ تمہیں واپس کردیں۔ کیونکہ ہمیں یہ بات پسند نہیں کہ تمہاری امان کی توہین کریں۔ ہم فیصلہ کرچکے ہیں کہ ابوبکرؓ کے اس اعلان کو برقرار نہ رہنے دیں گے۔ ابن دغنہ حضرت ابوبکرؓ کے پاس آیا۔ اور کہا۔ تمہیں معلوم ہے کہ میں نے کس شرط پر تم سے معاہدہ کیا تھا۔ پس اگر تم اس پر قائم رہو تو ٹھیک ہے۔ ورنہ میرا ذمہ واپس کردو۔ کیونکہ میں نہیں چاہتا عرب یہ سنیں کہ میں نے ایک شخص کو امان دی تھی۔ لیکن میری امان ضائع کردی گئی۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ میں تمہاری امان واپس کرتا ہوں۔ اور اللہ عزوجل کی امان

سے راضی ہوں۔ صحیح بخاری ص۵۵۲ ج۱ تاریخ الاسلام والمسلمین ص۱۳۰

اس سے قبل کہ ہم اس حدیث کا بقیہ حصہ قارئین کے سامنے پیش کریں۔ اس حصہ سے جو امور ثابت ہوتے ہیں وہ قارئین کے سامنے ترتیب وار پیش کرنا چاہتے ہیں۔

۱۔ اس میں حضرت ابوبکرؓ کی ایک کافر ابن الدغنہ کے ذریعہ جو صفات سامنے آتی ہیں۔ ان کا خاکہ کچھ اس طرح ہے۔ جو لوگ معاشرہ پر بار ہیں۔ اُن کا بار برداشت کرنا صلہ رحمی کرنا۔ ناداروں کے لئے کمانا نہ صرف اپنی ذات کے لئے۔ مہمانوں کی خاطر تواضع کرنا اور حق کے کاموں میں مدد کرنا۔ حضرت ابوبکرؓ کی یہ وہ صفات ہیں جن کا دشمن اقرار کر رہے ہیں۔ ایسی صورت میں دنیاوی لحاظ سے ان کا کوئی دشمن نہیں ہو سکتا تھا۔ بلکہ ہر فرد بشر اُن کا زیر بار احسان ہوا۔ یہ وہ صفات اور خوبیاں ہیں جو کسی دوسرے انسان میں قطعاً نہ پائی جاتی تھیں۔

۲۔ اہل مکہ کو ابوبکرؓ سے اصل تکلیف یہ تھی کہ وہ عبادت گھر سے باہر کرتے اور بلند آواز سے قرآن پڑھتے تھے۔ جس کے باعث مشرکین کی عورتیں اور بچے قرآن سننے کے لئے جمع ہو جاتے۔ اور قرآن سے متاثر ہوتے۔ یہی تمام ایذار سانی کا سبب تھا۔ اور امان کے وقت انہوں نے یہی شرط لگائی تھی کہ ابوبکرؓ گھر میں نماز پڑھیں۔ اور بلند آواز سے قراءت نہ کریں۔

۳۔ وقتی طور پر ابوبکرؓ نے اس شرط کو قبول کیا۔ لیکن زیادہ دن تک دل اسے تسلیم نہ کر سکا۔ اور پھر ابوبکرؓ نے اپنے گھر کے باہر میدان میں مسجد بنالی۔ اور بلند آواز سے قراءت شروع کر دی۔ اور پھر اسی طرح عورتوں اور بچوں کا مجمع جمع ہونے لگا۔ نتیجۃً ابوبکرؓ نے اس امان کو ختم کیا۔ اور اللہ کے بھروسہ پر اس تبلیغ کو جاری رکھا۔ یہ وہ امور ہیں کہ جن میں مکی زندگی میں کوئی ابوبکرؓ کا ثانی نظر نہیں آتا۔

۴۔ ابن الدغنہ جس کا نام حارث بن مالک تھا اور قبیلہ قارہ کا سردار تھا۔ اس کا تعلق قبیلہ قریش سے نہ تھا۔ بلکہ یہ قبیلہ خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر کی اولاد میں سے تھا۔ اور مکہ کے قریب وجوار میں آباد تھا۔ جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کے احسانات صرف قبیلہ قریش تک محدود نہ تھے۔ بلکہ اس کے اثرات مکہ سے باہر بھی پھیلے ہوتے تھے۔

۵۔ ابوبکرؓ نے مجبور ہو کر حبشہ کی جانب ہجرت کی تھی جو ابن الدغنہ نے ختم کرائی۔ تمام مؤرخین اور تمام اہل

اور محدثین اس پر متفق ہیں کہ یہ ہجرت نبوت کے پانچویں سال ہوئی۔ اور ام المؤمنین عائشہؓ یہ تمام واقعہ آنکھوں دیکھا بیان کر رہی ہیں۔ اور یہ بھی ظاہر کر رہی ہیں کہ میں اس وقت صاحب عقل تھی۔ اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ ام المؤمنین کی عمر رخصتی کے وقت نو سال تھی تو اس لحاظ سے تو یہ واقعہ ان کی پیدائش سے قبل کا ہونا چاہیئے۔ حالانکہ ام المؤمنین اپنا مشاہدہ بیان کر رہی ہیں۔ اور یہ بھی بیان کر رہی ہیں کہ میں اس وقت صاحب عقل تھی۔ لہٰذا یہ تسلیم کرنا ہوگا کہ ہجرت حبشہ کے وقت ان کی عمر دس بارہ سال کی ضرور تھی۔ وہ کمسن بچی نہ تھیں۔ اس لئے ہم یہ ماننے پر مجبور ہیں کہ رخصتی کے وقت ام المؤمنین کی عمر نو سال نہیں بلکہ انیس سال تھی۔

۶۔ ام المؤمنین کا بیان ہے کہ جب سے میں نے ہوش سنبھالا تھا۔ میں نے اپنے والدین کو دین اسلام پر پایا تھا۔

۷۔ حضور کا ہجرت حبشہ سے قبل ہی سے یہ معمول تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم روزانہ صبح وشام ابوبکر کے گھر تشریف لے جاتے۔ یہ آمد ورفت اس لئے نہیں تھی کہ ام المؤمنین سے آپ کا ازدواجی رشتہ تھا۔ بلکہ یہ آمد ورفت حضرت ابوبکرؓ کی دوستی اور ان کی اسلام کی قربانی کے باعث تھی۔ حضور کا صبح وشام ابوبکرؓ کے گھر جانا ایک ایسا معمول تھا جس کے خلاف کبھی نہ ہوا تھا۔

۸۔ اسلام میں سب سے اول مسجد کی بنیاد حضرت ابوبکر صدیقؓ نے رکھی۔

۹۔ ابوبکرؓ کی تبلیغ ہی کا اثر تھا کہ مکی زندگی میں جتنے افراد ایمان لائے۔ ان میں سے بیشتر افراد نے ابوبکرؓ کی تبلیغ سے ایمان قبول کیا۔

اب اس حدیث کا اگلا حصہ ملاحظہ کیجئے۔

پھر ہجرت مدینہ کے قریب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں سے فرمایا۔ مجھے ہجرت کا مقام دکھایا گیا ہے۔ یہ ایک ایسی سرزمین ہے جس میں کھجوریں ہیں۔ اس کے دو طرف دو پتھریلے میدان ہیں۔ نتیجۃً بہت سے مسلمان مدینہ ہجرت کر کے چلے گئے۔ اور جنہوں نے حبشہ ہجرت کی تھی۔ ان میں سے بہت سے افراد مدینہ ہجرت کر گئے۔ ابوبکرؓ نے بھی مدینہ جانے کی تیاریاں کیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے ارشاد فرمایا۔ تم ابھی ٹھہرو۔ کیونکہ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے مجھے بھی ہجرت کی اجازت مل جائے گی۔

حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا۔ میرے ماں باپ قربان کیا آپ کو بھی عنقریب اجازت ملنے کی امید ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ پس ابوبکرؓ حضور کی رفاقت کی خاطر رک گئے۔ ابوبکرؓ کے پاس دو اونٹنیاں تھیں جنہیں وہ چار ماہ تک بیری کے پتے کھلاتے رہے۔ تاریخ الاسلام والسلمین ص۱۵۱۔ بخاری ص۵۵۳ ج ۱

یعنی ہجرت کے لئے آپ نے جو خواب دیکھا تھا اس کے بعد آپ چار ماہ تک مکہ میں مقیم رہے۔ اور ابوبکرؓ کو بھی روکے رکھا۔ ابوبکرؓ نے اس کام کے لئے اونٹنیوں کو خوب کھلانا شروع کر دیا۔

ام المومنین حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں ایک روز ہم سب گھر میں بیٹھے ہوئے تھے۔ عین دوپہر کا وقت تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ گھر کے کسی فرد نے دور سے دیکھ کر کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سر مبارک پر کپڑا لپیٹے ہوئے تشریف لا رہے ہیں کہ اس سے پہلے اس وقت کبھی تشریف نہ لاتے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان۔ اللہ کی قسم آپ اس وقت (خلاف معمول) جو تشریف لاتے ہیں تو ضرور کوئی اہم کام ہے۔ اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکرؓ کے مکان پر پہنچ گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت طلب کی۔ آپ کو اجازت دی گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اندر تشریف لے آئے۔ آپ نے حضرت ابوبکرؓ سے فرمایا۔ یہاں جو لوگ موجود ہیں انہیں باہر کردو، حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسول میرے ماں باپ آپ پر قربان یہ تو آپ ہی کے گھر والے ہیں۔ یہ دونوں میری بیٹیاں ہیں۔ عائشہ اور اسماء۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے یہاں سے جانے کا حکم مل گیا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول میرے ماں باپ آپ پر قربان مجھے بھی اپنی رفاقت میں لے لیجئے۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ اس پر ابوبکرؓ نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان۔ ان دونوں اونٹنیوں میں سے ایک اونٹنی آپ لے لیجئے۔ ان کو سفر ہی کے لئے تیار کیا ہے۔ آپ نے فرمایا قیمتاً لوں گا۔

ام المومنین فرماتی ہیں۔ ہم نے جلدی جلدی سامان سفر تیار کیا۔ کچھ کھانا چمڑے کے ایک تھیلے میں رکھ دیا۔ حضرت اسماءؓ نے حضرت ابوبکرؓ سے کہا میرے پاس تھیلا باندھنے کے لئے سوائے میرے ازار بند کے اور کچھ نہیں ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا اس کے دو ٹکڑے کر لو۔ حضرت اسماءؓ نے اپنے ازار بند کے دو ٹکڑے کئے۔ ایک سے مشکیزہ اور تھیلے کا منہ باندھ دیا۔ اور دوسرے ٹکڑے سے اپنے ازار بند کو باندھ

لیا۔ اسی وجہ سے اُن کا لقب ذات النطاقین (دو کمر بند والی) ہوگیا۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر اپنی اپنی سواریوں پر روانہ ہوگئے اور غارِ ثور میں جا کر چھپ گئے۔

ان الفاظ کو غور سے پڑھیے اور پوری حدیث پر نظر ڈالئے تو یہ بات واضح طور پر صاف نظر آرہی ہے کہ ہجرت کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خلاف معمول دوپہر کے وقت ابوبکرؓ کے گھر گئے۔ اسی وقت سامان سفر تیار ہوا۔ اور اسی وقت ان دونوں حضرات نے ہجرت کی۔ اور غارِ ثور میں جا کر چھپ گئے۔

یہ الفاظ اس امر کی شہادت دے رہے ہیں کہ ہجرت کی ابتدا حضرت ابوبکرؓ کے گھر سے ہوئی۔ حضور نے ہجرت اپنے گھر سے نہیں فرمائی۔ عین دوپہر کے وقت ہوئی۔ رات کے وقت نہیں ہوئی۔ اور اس راز میں ابوبکرؓ کے گھرانہ کے علاوہ کوئی اور فرد شریک نہیں تھا۔ بخاری کے عربی الفاظ بھی ملاحظہ کیجئے۔

ثم لحق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر
وابوبکر بغار فی جبل ثور۔ بخاری ص۵۵۳ ج ۱	جبل ثور کے غار میں پہنچ گئے،

بخاری کے محشی مولانا احمد علی سہارنپوری نے قسطلانی کے حوالہ سے واقدی کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ حضور اور ابوبکرؓ مکان کی پچھلی جانب جو کھڑکی تھی اس سے خاموشی سے نکل کر اپنی اپنی سواری پر سوار ہوگئے۔ یہاں تک کی حدیث سے چند امور خود بخود ثابت ہو گئے۔

۱۔ ہجرت ابوبکرؓ کے گھر سے ہوئی۔ لہٰذا حضرت علیؓ کو بستر پر لٹانے اور قتل کے خوف کی کہانی سب بے سروپا داستان ہے۔ کیونکہ یہ ہجرت عین دوپہر کے وقت ہوئی ہے نہ کہ رات کے وقت۔ بلکہ ہوا یہ ہے کہ ادھر حضور کو ہجرت کا حکم ہوا۔ اور فوراً آپ ابوبکرؓ کے گھر تشریف لے گئے اور ہجرت فرمائی۔ کئی روز قبل سے کوئی منصوبہ بندی نہیں ہوئی تھی۔

۲۔ یہ دعویٰ بھی غلط ہے کہ حضور ابوبکرؓ کے گھر دو دفعہ تشریف لے گئے۔ ایک بار دن اور ایک بار شب میں۔ اور یہ بھی غلط ہے کہ ابوبکرؓ کے گھر دو تین روز قبل گئے تھے۔ اور اسی وقت زادِ راہ لے آئے تھے۔ بخاری کے الفاظ کھل کر اس کی تردید کر رہے ہیں۔

۳۔شبلی کا یہ دعویٰ کہ اسماءؓ نے زادِ راہ تیار کیا۔ کیونکہ ام المومنین کم سن تھیں یہ بھی غلط ہے کیونکہ ام المومنین فرما رہی ہیں۔ ہم نے جلدی سے سامانِ سفر تیار کیا۔ گویا اس تیاری میں ام المومنینؓ بھی برابر کی شریک تھیں۔

۴۔ ہمارے مورخین کا اصل مرض یہی ہے کہ وہ ابن اسحاق، واقدی، طبری، سلمۃ الابرش وغیرہ جیسے لوگوں کے مقابلے میں حدیث صحیح تک کو چھوڑ دیتے ہیں۔ اردو زبان میں کہیں کہیں شبلی نے اس طریقہ کار کو تبدیل کیا۔ اور سید سلیمان ندوی مرحوم نے اس کام کو مزید آگے بڑھایا۔ لیکن ان کے علاوہ دیگر مصنفین نے وہی اپنی پرانی ڈگر قائم رکھی۔ بلکہ بعض حضرات نے تو ان تاریخی داستانوں کے باعث احادیث کا مذاق اڑایا۔ اور منکرین حدیث نے تو اسے اپنا وطیرہ بنا لیا ہے۔ اب حضرت عائشہؓ کی بقیہ حدیث ملاحظہ ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ تین رات اسی غار میں رہے۔ عبداللہؓ بن ابی بکر بھی رات غار ہی میں گزارتے تھے۔ اور وہ اس زمانہ میں ایک سمجھ دار اور ذہین نوجوان تھے۔ صبح کے وقت وہاں سے چلے جاتے تھے اور مکہ میں قریش کے ساتھ اس طرح صبح کرتے تھے۔ گویا رات کو بھی وہیں رہے ہوں۔ پس جو بات ان دونوں کے خلاف وہ مکہ میں سنتے تھے، اس کو محفوظ کر لیتے تھے۔ یہاں تک کہ اندھیرا ہو جانے کے بعد غار میں آ کر وہ یہ باتیں ان دونوں کو پہنچایا کرتے تھے۔

حضرت ابوبکرؓ کے غلام حضرت عامرؓ بن فہیرہ غار کے قریب بکریاں چرایا کرتے تھے۔ جب کچھ رات گزر جاتی تو وہ ان بکریوں کو ان دونوں کے پاس لے جاتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ رات کو ان ہی بکریوں کا دودھ پی لیا کرتے تھے۔ صبح کو اندھیرے ہی میں عامرؓ بکریوں کو ہانک کر لے جایا کرتے تھے تینوں راتوں میں انہوں نے ایسا ہی کیا۔ ان کی اس بات سے کوئی دوسرا چرواہا واقف نہ تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ نے قبیلہ بنی دیل میں سے ایک شخص کو اپنی اجرت پر ملازم رکھ لیا تھا۔ یہ شخص بنو عبد بن عدی کے گھرانے کا ایک فرد تھا۔ اور راستہ بتانے میں بڑا ماہر تھا۔ یہ شخص عاص بن وائل سہمی کا حلیف تھا۔ اور ابھی تک کفار قریش کے دین پر تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ نے اسے اپنا امین بنا لیا (غار ثور پہنچ کر) دونوں اونٹنیاں اس کے حوالہ کر دیں۔ اور اس سے تین رات بعد بوقت

صبح اونٹنیاں لانے کا وعدہ لے لیا۔ تیسرے روز یہ دونوں حضرات اور ان کے ساتھ حضرت عامرؓ بن فہیرہ اور راہبر چلے اور ساحل کا رخ اختیار کیا۔

یہاں درمیان میں امام زہری مکہ کے حالات نقل کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ حالات انہوں نے عروہ سے نہیں سنے تھے۔ اور نہ ان حالات کا حضرت عائشہؓ کی حدیث میں ذکر تھا اس لئے ان واقعات کو امام زہری دوسرے حضرات سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

تعاقب:

مجھے عبدالرحمان بن مالک بن المدلجی نے جو سراقہؓ بن مالک کے بھتیجے تھے بتایا ہے کہ انہوں نے اپنے والد سے سنا۔ اور انہوں نے اپنے بھائی سراقہؓ سے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس قریش کے قاصد آئے۔ اور بولے کہ یا تو ان دونوں کو قید کر کے لاؤ، اور اگر ان میں کوئی قتل ہو جائے گا تو اس کی دیت ہمارے ذمہ ہوگی۔ قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکرؓ کو گرفتار کر کے لانے کا یا قتل کر دینے کی صورت میں ہر ایک کے عوض سو اونٹ دینے کا فیصلہ کیا ہے۔ سراقہؓ اس وقت اپنی قوم بنو مدلج کی ایک مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں ان قاصدوں میں سے ایک شخص آیا۔ اور اس مجلس کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے کہا اے سراقہؓ بے شک میں نے ابھی چند لوگوں کو ساحل پر دیکھا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ محمدؐ اور ان کے ساتھی ہیں۔ سراقہؓ کہتے ہیں کہ میں سمجھ تو گیا کہ یہ وہی ہیں۔ لیکن میں نے اس سے کہہ دیا کہ یہ وہ نہیں ہیں۔ بلکہ تم نے فلاں فلاں شخص کو دیکھا ہوگا۔ وہ ابھی ہماری آنکھوں کے سامنے سے گزر رہے ہیں۔

پھر سراقہؓ کچھ دیر اپنی مجلس میں بیٹھے رہے۔ پھر وہاں سے اٹھ کر اپنے مکان میں داخل ہوئے۔ اپنی لونڈی کو حکم دیا کہ گھوڑا لے کر باہر جائے۔ اور ٹیلے کے پیچھے اسے لے کر کھڑی ہو جائے۔ پھر سراقہؓ نے اپنا نیزہ لیا۔ اور گھر کی چھت پر چڑھے۔ نیزے کی نوک زمین پر ٹکائی۔ اور اس کا اوپر کا حصہ جھکایا اور نیچے اتر گئے۔ پھر وہ اپنے گھوڑے کے پاس پہنچے۔ اس پر سوار ہو کر اسے خوب تیز دوڑایا۔ تا کہ وہ جلدی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ جائیں۔ تھوڑی دیر میں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں کے پاس پہنچ گئے۔ قریب پہنچے ہی تھے کہ ان کے گھوڑے نے ٹھوکر کھائی۔ اور وہ اس

پرسے گر پڑے ۔ پھر اٹھے اور اپنا ہاتھ ترکش کی طرف بڑھایا۔ اُس میں سے تیر نکالے اور ان سے فال نکالی۔ وہ یہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھیوں کو نقصان پہنچائیں یا نہیں۔ فال میں وہ بات نکلی جس کو انہوں نے پسند نہیں کیا۔ وہ پھر گھوڑے پر سوار ہو گئے۔ اور فال کی پرواہ نہ کی۔ اب ان کا گھوڑا، اُن کو لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتنا قریب پہنچ گیا۔ کہ اُن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرارت سنائی دینے لگی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اِدھر اُدھر نہیں دیکھتے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ کثرت سے اِدھر اُدھر دیکھتے جا رہے تھے۔ اتنے میں اُن کو سراقہؓ نظر آتے۔ انہوں نے رسول اللہ صلعم سے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول یہ سوار ہمارے قریب آگیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ڈر د نہیں۔ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ یہ کہہ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مڑ کر دیکھا۔ اور دعا کی کہ اے اللہ اسے گرا دے ۔ فوراً سراقہؓ کے گھوڑے کے اگلے پاؤں گھٹنوں تک زمین میں دھنس گئے۔ اور سراقہؓ اس پر سے پھر گر پڑے۔ سراقہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا آپ میرے لئے دعا فرمائیں، میں آپ کو نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی۔ آپ کی دعا کی برکت سے انہیں نجات ملی۔ اس کے بعد انہوں نے اپنے گھوڑے کو ڈانٹا تو بڑی مشکل سے اس کے پاؤں باہر نکلے۔ جب گھوڑا سیدھا کھڑا ہوا تو اس کی وجہ سے بہت سا غبار دھوئیں کے مثل آسمان تک بلند ہو گیا۔ گھوڑا ہنہنانے لگا۔ سراقہؓ نے پھر تیروں سے فال نکالی۔ پھر وہی چیز نکلی جس کو وہ پسند نہیں کرتے تھے۔ لہٰذا انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں کو امان کے ساتھ پکارا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھی ٹھہر گئے۔ سراقہؓ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر آپ کے پاس پہنچ گئے۔

پہلا امن نامہ: وہ کہتے ہیں کہ مجھے آپ تک پہنچنے میں جو دقت پیش آئی۔ تو میں سمجھ گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کام (یعنی دین) غالب ہو کر رہے گا۔ سراقہؓ نے عرض کیا کہ آپ کی قوم نے آپ کے لئے انعام مقرر کیا ہے۔ اور وہ آپ کے ساتھ ایسا ایسا کرنا چاہتے ہیں۔

پھر سراقہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو زادِ راہ اور کچھ سامان پیش کیا۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے قبول نہیں فرمایا۔ اور نہ خود ہی کچھ طلب کیا۔ سراقہؓ نے عرض کیا کہ آپ جو پسند کریں مجھے حکم دیں میں تعمیل کروں گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم ابھی یہیں ٹھہرو۔ اور کسی کو ہم تک نہ آنے دو، ہمارے حال کو کسی پر ظاہر نہ کرو۔ سراقہؓ نے عرض کیا۔ میرے لئے ایک پروانہ امن لکھ دیا جائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عامرؓ بن فہیرہ کو حکم دیا۔ انہوں نے چمڑے کے ایک ٹکڑے پر تحریر امن لکھ دی۔

غرض یہ کہ سراقہؓ جو دن کے اول حصہ میں دشمن تھے آخر حصہ میں دوست بن گئے۔ جو شخص بھی انہیں ملتا اس سے کہتے کہ میں تمہارے لئے کافی ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اِدھر نہیں ہیں۔ اس طرح وہ تمام تلاش کرنے والوں کو واپس کرتے رہے۔

یہاں تک کے واقعات سے جو امور ثابت ہوتے ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔

۱۔ حضور کو قتل کے منصوبے کا علم سراقہؓ کی زبانی ہوا۔ جو اس بات کا ثبوت ہے کہ پہلے سے قتل کا کوئی منصوبہ نہ تھا۔ بلکہ جب آپ نے مکہ چھوڑ دیا۔ تو اب آپ کے بارے میں دو فیصلے کئے گئے۔ قتل یا گرفتاری۔

۲۔ یہ فیصلے صرف حضور کی ذات کے لئے نہ تھے۔ بلکہ حضور اور حضرت ابوبکر دونوں کے لئے تھے۔ گویا یہ دونوں حضرات لازم و ملزوم تھے۔ ان دونوں کے علاوہ کسی کے قتل یا گرفتاری کا کوئی فیصلہ نہ تھا جو کسی کے لئے خطرہ کا باعث ہوتا۔

۳۔ یہ تمام سفر اور اس کی تیاری سب کی سب ابوبکرؓ اور ان کے گھرانہ کی مرہون منت تھی۔ اور اس فضیلت میں ابوبکرؓ اور ان کے گھرانہ کے علاوہ کوئی دوسرا فرد ہرگز شریک نہ تھا۔ سبائی اسی خوبی کو برداشت نہ کر سکے۔ اور انہوں نے واقعہ کی نوعیت تبدیل کر دی۔

۴۔ بخاری کی اس روایت میں ایک خوبی یہ بھی ہے کہ اس کی سند میں ایک بھی عجمی نہیں ہے سب عرب ہیں

۵۔ یہ پہلا امن نامہ تھا جو حضرت ابوبکرؓ کے غلام حضرت عامرؓ بن فہیرہ نے تحریر کیا۔

اب امام زہری حضرت عائشہؓ کی اصل روایت کی جانب لوٹتے ہیں۔ اور آگے کی تفصیل میں بیان فرماتے ہیں :۔

کہ مجھ سے عروۃ بن الزبیر نے بیان کیا ہے کہ اثنائے راہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت زبیرؓ معہ چند مسلم تاجروں کے ملک شام سے آتے ہوئے ملے۔ (عروہ ان ہی حضرت زبیرؓ کے صاحبزادے ہیں۔ اور زبیرؓ حضور کے پھوپی زاد بھائی اور ابوبکرؓ کے داماد ہیں۔ ان کے نکاح میں حضرت عائشہؓ کی بڑی بہن حضرت اسماءؓ ہیں۔ اس رشتہ سے ابوبکرؓ عروہ کے نانا اور ام المؤمنین خالہ ہیں) حضرت زبیرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر کو پہننے کے لئے سفید کپڑے پیش کئے۔ (ان دونوں حضرات نے وہ کپڑے پہن لئے)

مدینہ منورہ کے مسلمانوں کو جب مکہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روانگی کی خبر ملی تو وہ ہر روز صبح کو مقام حرہ تک استقبال کے لئے آتے اور وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کرتے تھے۔ یہاں تک کہ انہیں دوپہر کی گرمی واپس کیا کرتی تھی۔

مدینہ آمد

ایک روز وہ کافی دیر انتظار کرنے کے بعد جب لوٹ کر گھر واپس پہنچے۔ تو ایک یہودی مدینہ منورہ کے ٹیلوں میں سے کسی ٹیلہ پر کام کے لئے چڑھا۔ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ کو سفید لباس میں ملبوس مدینہ منورہ کی طرف آتے دیکھا۔ اُن کی (سفیدی اور چمک دمک کی) وجہ سے سراب غائب ہوگیا تھا۔ وہ یہودی بے ساختہ چیخنے لگا کہ اے گروہ عرب تمہارا مقصود آپہنچا۔ جس کا تم انتظار کر رہے تھے۔ یہ سنتے ہی تمام مؤمنین ہتھیار لے کر دوڑ پڑے۔ اور مقام حرہ پہنچ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال کیا۔ وہاں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم داہنی طرف مڑ گئے۔ یہاں تک کہ چلتے چلتے آپ مدینہ کی ایک مرتفع بستی یعنی بنی عمرو بن عوف کے محلہ میں جا اترے۔ وہ ربیع الاول کا مہینہ اور دوشنبہ کا دن تھا۔ حضرت ابوبکرؓ لوگوں سے ملاقات کے لئے کھڑے ہوئے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش بیٹھے ہوئے تھے۔ جن لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کو نہیں دیکھا تھا۔ وہ حضرت ابوبکرؓ کے پاس آتے تھے۔ اور ان کو اللہ کا رسول سمجھتے تھے۔ یہاں تک کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر دھوپ آگئی۔ تو ابوبکرؓ نے آپ کے پاس کھڑے ہو کر آپ کے اوپر اپنی چادر سے سایہ کر لیا۔ اب لوگوں نے سمجھا کہ اللہ کے رسول یہ ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں چودہ دن قیام فرمایا۔ آپ نے وہاں ایک مسجد کی بنیاد ڈالی۔ جس کی بنیاد تقوے پر ہے (یعنی مسجد قبا) اس مسجد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے رہے حتیٰ کہ ایک دن آپ نے انصار مدینہ کو بلوایا۔ انصار حاضر خدمت ہوئے اور سلام عرض کیا۔ اور درخواست کی کہ آپ دونوں اطمینان کے ساتھ مدینہ چلئے۔ ہم آپ کی اطاعت کریں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری پر سوار ہوگئے۔ اور مدینہ منورہ کی طرف چلے۔ لوگ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چل رہے تھے۔ انصار نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ کو ہتھیاروں سے گھیر رکھا تھا۔ مدینہ منورہ میں ہر طرف یہی چرچا تھا کہ اللہ کے نبیؐ آ رہے ہیں۔ لوگ بلندیوں پر چڑھ کر نظارہ کر رہے تھے۔ بہت سے مرد و عورت گھروں کی چھتوں پر چڑھ گئے۔ لڑکے اور خادم راستوں میں پھیل گئے۔ وہ پکار پکار کر آپ کو مخاطب کر رہے۔ یا محمد، یا رسول اللہ، یا محمد یا رسول اللہ۔ لوگ بار بار کہہ رہے تھے کہ اللہ کے نبیؐ آگئے۔ اللہ کے نبی آگئے۔ اہل مدینہ ایسے خوش تھے کہ اس سے پہلے ایسے خوش کبھی نہ ہوئے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قیام کے سلسلہ میں باہم جھگڑ رہے تھے۔ ہر شخص یہی چاہتا تھا کہ میرے یہاں قیام فرمائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں عبدالمطلب کی ننھیال یعنی بنو نجار کے یہاں قیام کروں گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم برابر چلتے رہے۔ یہاں تک کہ اونٹنی اس جگہ جا کر بیٹھ گئی۔ جہاں بعد میں مسجد نبوی تعمیر ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انشاء اللہ یہی ہماری منزل ہے۔ الغرض آپ اپنی ننھیال میں حضرت ابوایوبؓ کے ایک مکان کی جانب اُتر گئے۔ اور ان کے گھر والوں سے باتیں کرتے رہے۔ تاریخ الاسلام والمسلمین از ص۱۰۰ تا ص۱۹۳۔ بخاری ج ۱ ص۵۵۳ تا ص۵۵۶

ہم نے پورا تفصیلی واقعہ اس لئے پیش کیا ہے کہ اول تو قارئین کے سامنے ہجرت رسول کا

صحیح واقعہ آجائے۔ اور قارئین کو یہ بھی معلوم ہو جائے کہ ہجرت کے تمام واقعہ میں از ابتدا تا انتہا کوئی کردار ایسا نہیں جس کا تعلق حضرت ابوبکرؓ کی ذات سے نہ ہو۔ رفیق سفر گر ابوبکرؓ ہیں۔ تو رات کو غار میں ساتھ سونے والے ابوبکرؓ کے بیٹے عبداللہؓ ہیں۔ بکریوں کا دودھ پلانے والے راہ کے ہم سفر اور پہلا پروانہ امن لکھنے والے عامرؓ بن فہیرہ ہیں جو ابوبکرؓ کے غلام ہیں۔ سامان اور زادِ راہ تیار کرنے والیاں ابوبکرؓ کی بیٹیاں عائشہؓ اور اسماءؓ ہیں۔ راہ میں کپڑے پیش کرنے والے زبیرؓ ہیں جو ابوبکرؓ کے داماد ہیں۔ مشورے ہوتے ہیں تو ابوبکرؓ سے۔ ہجرت فرماتے ہیں تو ابوبکرؓ کے گھر سے اور سواری استعمال کرتے ہیں تو ابوبکرؓ کی۔ گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اگر اس دنیا میں کسی پر کلی اعتماد تھا تو وہ صرف ابوبکرؓ کی ذات تھی۔ یا اُن کے گھر کے افراد تھے۔

یہی تو وہ خوبیاں ہیں جنہیں سبائی اور مجوسی ذہن برداشت نہیں کر سکتا کیونکہ وہ تو ان دشمنانِ اسلام کے نزدیک سب سے اول غاصب ہیں۔ اس لئے اس طبقہ نے ابوبکرؓ کی اس فضیلت پر ڈاکہ ڈالنے کے لئے منصوبہ قتل اور بستر کی کہانی وضع کی۔ تاکہ وہ تاثر جو ہجرت کے واقعہ سے حضرت ابوبکر کے بارے میں پیدا ہوتا ہے۔ وہ کالعدم ہو کر رہ جائے۔ اور اتفاق سے سبائیوں کو اس منصوبہ کو پھیلانے کے لئے سنیوں میں ایجنٹ بھی مل گئے۔ بلکہ اب ان ایجنٹوں نے ایک نیا روپ دھار لیا ہے کہ تاریخی حقائق کے نام سے احادیث صحیحہ کا رد کیا جائے۔ ان نام نہاد سنیوں کے نزدیک کتب احادیث تو ناقابل اعتبار ہیں۔ کیونکہ ان میں ضعیف روایات پائی جاتی ہیں لیکن تاریخ جو تمام تر یہودیت اور شیعیت کا چربہ ہے۔ وہ ایک یقینی شے ہے۔ حالانکہ احادیث کی تحقیق اور صحت کے لئے متعدد فنون وجود میں آئے۔ لیکن آج تک تاریخ کی تحقیق و تنقید کے لئے کوئی فن تو کجا ایک اصول بھی وضع نہیں ہوا۔ اور جب ہم محدثین کے وضع کردہ اصول کے مطابق تاریخی واقعات کی تحقیق کرتے ہیں تو شیعوں کا یہ ایجنٹ طبقہ چلا اٹھتا ہے کہ ہمارے ہاتھ سے تاریخ گئی۔ اور مودودی صاحب تو یہ فرماتے ہیں کہ اگر ان راویوں کی روایتیں ہم ترک کر دیں گے تو ہمارے پاس تاریخ میں کیا بچے گا۔ ہم کو ایسی تحقیق کی کوئی ضرورت نہیں۔ مورخ طبری، مورخ ابن اسحاق اور مورخ واقدی نے ایک مورخ ہونے کے

ناتے خود ہی تحقیق کر لی ہوگی۔ ان مورخین کی تحقیق کا حال بھی قارئین نے دیکھ لیا۔ بلکہ ان کے چہرے مہرے بھی دیکھ لئے ہیں۔ یہ تو ہم نے قارئین کے سامنے چیدہ چیدہ واقعات پیش کئے ہیں۔ ورنہ یہ تو تمام خانہ سیاہ ہی سیاہ ہے۔ کاش کوئی اللہ کا بندہ ایسا ہو کہ جو کم از کم سیرت رسول ہی صحیح طور پر پیش کر دے۔ ورنہ ایک مشہور محدث حافظ عراقی تو بے تاب ہو کر کہہ اٹھے تھے۔

لیعلم الطالب ان السیرا   ماصح وما قد انکرا

طالب علم کو یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ سیرت میں صحیح اور منکر ہر قسم کی باتیں ہوتی ہیں۔

اور اسی لئے سید سلیمان ندوی یہ لکھنے پر مجبور ہوئے کہ آج تک سیرت رسول پر کسی زبان میں ایک بھی صحیح کتاب نہیں لکھی گئی۔